اللہ میاں کا کارخانہ: ایک منفرد ناول

پروفیسر عارفہ بشریٰ

تلخیص: گذشتہ کئی دہائیوں میں جہاں ناول کی موت کا اعلان کیا گیا وہیں اس کے علی الرغم اس صدی میں کچھ شاہکار ناول بھی منصۂ شہود پر آ کر داد و تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ فلش بیک، شعور کی رو، تجریدیت جیسی دقیق تکنیکوں سے گریز کر کے بیانیہ کا احیاء کیا گیا۔ بیانیہ کی تکنیک میں لکھے گئے ناول ''اللہ میاں کا کارخانہ'' اپنے منفرد اسلوب اور موضوع کی بنیاد پر ناقدین کے یہاں کافی زیر بحث رہا۔ یہ ناول مسلم ثقافتی منظر نامے کی آڑ میں اللہ تعالیٰ کے اس وسیع کارخانے پر محاکمہ پیش کرتا ہے۔ ایک نچلے طبقے کے مسلم گھرانے کے ٹھوس حقائق اور زندگی کے کھردرے مسائل کو ناول نگار نے بڑی مہارت سے کلک قلم کیا ہے۔

کلیدی الفاظ: بیانیہ، تعمیر و تخریب، بحران، تعصّبات، فکشن صدی، طبقہ اشرافیہ، مسلم ثقافت

اکیسویں صدی کو فکشن کی صدی کہا جاتا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ۱۹۴۷ء سے لے کر بیسویں صدی کے آخر تک ملک و قوم کو کم و بیش زندگی کے تمام شعبوں میں جن محرومیوں اور نارسائیوں کا سامنا کرنا پڑا اس کے تخلیقی ردِعمل کا اظہار و بیان شاعری کے مقابلے میں فکشن یعنی افسانہ اور ناول میں ہی ممکن تھا۔ کیونکہ فکشن، خاص طور پر ناول ہی وہ صنف ہے جس میں عصری عوامی زندگی اور زمانہ کے توقعات اور تعصّبات، خواب اور سراب کا براہِ راست، حقیقی اور تعمیری ترجمانی ممکن ہے۔ اس کا اندازہ اکیسویں صدی کے

نمائندہ ناولوں سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔لیکن اکیسویں صدی کے ناول کے بنیادی امتیازات کی شناخت کے لئے ناول کے غالب محرکات(DOMINAN MOTIVATIONS) کو بھی ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔

دراصل ۱۹۴۷ء میں دوقومی نظریہ کے سبب آزادی کی دُلہن 'کھول دو' کی سکینہ کی طرح آبرو باختہ ہوکر لہولہان حالت میں آئی تھی۔لیکن آزاد، سیکولر اور جمہوری ہندوستان میں برسراقتدار طبقہ ایک نئے، خوشحال اور پُرامن ہندوستان کی تعمیر کے لئے ٹھوس اور نتیجہ خیز حکمتِ عملی ترتیب دینے میں ناکام ہی رہے۔آزادی کے بعد بھی ہندوستان وہ ہندوستان نہیں بن سکا جس کا خواب اس ملک کے ہندوؤں، مسلمانوں اور سکھوں نے دیکھا تھا۔اسی لئے فیض احمد فیض کو کہنا پڑا تھا کہ

یہ داغ داغ اجالا یہ شب گزیدہ سحر
یہ وہ سحر تو نہیں جس کی آرزو تھی ہمیں

حکومت نے جو منصوبے بنائے ان میں روشن خیالی اور عومی فلاح کی باتیں تو بہت کی گئیں لیکن عملی طور پر فائدوں اور سہولتوں کا سارا بہاؤ دولت مند طبقہ(Elite Class) کی طرف ہی رہا۔اس کا فطری نتیجہ یہ ہوا کہ ملک میں سماجی، سیاسی، معاشی اور اخلاقی نظام کی گرتی دیواروں نے پورے ملک میں ایک بحران پیدا کر دیا۔اس بحران کے خلاف ادب میں خاص طور پر جن ناولوں میں جو دانشورانہ آوازیں بلند کی گئیں، محسن خان کا ناول ''اللہ میاں کا کارخانہ'' ان میں سے ایک ہے۔یہ دنیا بلکہ یہ پوری کائنات ہی قُدرت کا کارخانہ ہے اور قدرت یا رب العالمین ہی ہے جو اس کارخانہ قدرت کا سارا نظام چلا رہا ہے۔اسی لئے 'اللہ میاں کا کارخانہ' کے مصنف محسن خان نے ناول کے آغاز میں ہی یہ جملہ لکھا ہے کہ

'تُم چاہے جتنی کوششیں کرلو ہوگا وہی جو اللہ میاں چاہیں گے''۔

ظاہر ہے کہ یہ ایک ایمانی و ایقانی بیانیہ(NARRATIVE) ہے جس کی صداقت سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔اور اسی کے حوالے سے اس 'شکوہ' کو ناول کے مرکز میں رکھا گیا ہے کہ آج کی تاریخ میں ''اللہ میاں کے کاخانے میں اتنا انتشار اور بحران کیوں؟ اس کے لئے ذمہ دار کون ہے؟ اولادِ آدم؟ جس نے ابتدائے آفرینش سے اللہ کے

احکامات کی نافرمانی کی؟ یا پھر خود اللہ میاں، جس نے 'خیر' کے ساتھ 'شر' بھی بنایا۔ اور تعمیر میں تخریب بھی مضمر رکھی۔ ناول کا مرکزی کردار جبران ایک نابالغ بچہ ہے جس کی نفسیات اور عقیدے کی تشکیل اس کے والدین کی تربیت سے ایک مخصوص انداز میں ہوئی ہے۔ جبران نئی نسل کا استعارہ ہے یہ وہ نسل ہے جسے آگے جا کر ملک وقوم کی ذمہ داریاں سنبھالنی ہے۔ لیکن جبران یعنی یہ نئی نسل اس بات پر حیران و پریشان ہے کہ اللہ میاں کے کارخانے میں اتنے تضادات کیوں ہیں؟ جبران اللہ میاں سے سوال بھی کرتا ہے کہ،

اگر اللہ نے مُرغی بنائی تھی تو پھر بلی کیوں بنائی جو اس مرغی کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر اسے ستاتی ہے اور اسے ہلاک کرتی ہے۔ جبران کو اپنی مرغی سے جس کا نام اس نے کلو رکھا تھا بہت لگاؤ تھا لیکن ایک دن ایک بلی کلو مرغی کو ہلاک کر دیتی ہے۔ جبران کو بہت دکھ ہوتا ہے اور روتے روتے سو جاتا ہے۔ جبران خواب میں اللہ میاں کو دیکھتا ہے اور بلی کے ہاتھوں اپنی مرغی کے ہلاک کئے جانے کے حوالے سے اپنے درد وغم کا اظہار کرتا ہے۔ اللہ میاں جبران سے کہتے ہیں غم نہ کرو میں تمہاری مرغی کو پھر سے زندہ کر دیتا ہوں۔ اتنا کہہ کر اللہ میاں اپنی جیبوں سے کالے کالے پر نکال کر ہوا میں اچھالتے ہیں اور دیکھتے دیکھتے جبران کی مرغی کلو جیتی جاگتی اس کے سامنے آ کھڑی ہوتی ہے''۔ ناول کے اس حصے میں جبران کا، اللہ خواب میں اللہ میاں کو دیکھنے اور باتیں کرنے کا واقعہ ناول نگار محسن خان کا ایک تصوراتی افسانوی بیان ہے جسے انہوں نے ناول کے کمسن کردار جبران کی معصومیت کو ذہن میں رکھتے ہوئے پیش کیا ہے۔ لیکن یہ واقعہ قاری کا دھیان حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس واقعے کی طرف لے جاتا ہے جس میں اللہ تبارک وتعالی نے حضرت براہیم کے اس ایمان کو مزید پختہ کرنے کے لئے کہ قضا وقدر۔ موت اور حیات پر صرف اور اللہ کو ہی قدرت حاصل ہے، ایک ٹکڑوں میں بٹے مردہ پرندے کو دوبارہ زندہ کر دیا تھا۔ محسن خان کے ناول 'اللہ میاں کا کارخانہ میں ایک کتے کا کردار بھی ہے جو اسلامی اساطیر میں درج 'اصحاب کہف کے کُتے ''قطمیر'' کا ہم نام ہے۔ جبران کے چچا کا یہ کتا 'قطمیر بھی جب اپنے مالک کی موت کے بعد مر جاتا ہے تو جبران کو اس پر بھی نہایت غم ہوتا ہے۔ اس ناول میں محسن خان نے ایک 'بکری'' کا کردار بھی لایا ہے جبران کو اپنی اس بکری سے بھی بہت

لگاؤ تھا۔ دراصل بکری سے جبران کا یہ لگاؤ اسلامی تاریخ کے اس نقطے کی یاد دلاتا ہے کہ انبیاء کرام نے بھی اپنے اپنے وقت میں بکریاں چرائی ہیں۔خود رسول اللہﷺ بھی جب تک 'مائی حلیمہ کے پاس رہے، بکریاں چراتے تھے۔ غالباً اللہ میاں کا کارخانہ کا مقصد بھی یہی ہے کہ مختلف حوالوں سے قارئین، خصوصا جبران کی عمر کے نئی نسل کے بچوں میں از سرنو قرآن وحدیث، یعنی اسلامی تعلیمات، تاریخ اور روایات واقدار کی اہمیت کا احساس پیدا کیا جائے کیونکہ ''اللہ میاں کے کارخانے میں آج جو انتشار اور بحران ہے اس کی ایک بڑی وجہ قران و حدیث کے احکامات اور فرمودات سے کنارہ کشی بھی ہے۔ علامہ اقبال نے ماضی اور حال کے مسلمانوں کا تقابل کرتے ہوئے غلط نہیں کہا تھا کہ

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور ہم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

بہر حال محسن خان کا ناول اللہ میاں کا کارخانہ اکیسویں صدی کا ایک اہم ناول ہے اوراس ناول کو'برف آشنا پرندے(ترنم ریاض)''اماوس میں خواب'(حسین الحق)''لے سانس بھی آہستہ(مشرف عالم ذوقی)،آسماں تیرا ہے یا میرا'(عبدالصمد)'تلک الایام (نورالحسنین)،کینچلی(غضنفر)''انا کو آنے دو'(احمد صغیر)،نعمت خانہ(خالد جاوید)اوراس نے کہا تھا(اشعر نجمی)جیسے اکیسویں صدی کے شاہکار ناولوں کی فہرست میں رکھا جا سکتا ہے۔

○○○